

## 139359- رقم کاروبار میں لگائیں اپنے پاس نہ رکھیں اور اس کے لیے بہت زیادہ احتیاط سے کام لیں۔

### سوال

اگر کسی شخص کے پاس دولت ہو اور وہ اس دولت کو سرمایہ کاری میں لگانا چاہے لیکن اس کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے جس کے ذریعے تجارت کر سکے، مثال کے طور پر یتیم بچوں کی دولت یا ایسے شخص کی رقم جس کے پاس کسی قسم کی تجارت کا تجربہ نہیں ہے، تو اسلام اس کے لیے کیا حل پیش کرتا ہے؟

### پسندیدہ جواب

#### اول:

دولت کو تحفظ فراہم کرنا اور اسے ضائع ہونے سے بچانا شریعت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

جیسے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے قیل و قال، بہت زیادہ سوالات، اور دولت کو ضائع کرنا ناپسند کرتا ہے۔) اسے بخاری: (2408) اور مسلم: (593) نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "دولت ضائع کرنا" کی تشریح میں پہلے گزر چکا ہے کہ اکثر اہل علم نے اس کو فضول خرچی کے معنی میں لیا ہے، جبکہ بعض نے اس کو حرام کاموں پر خرچ کرنے سے متقید کیا ہے، جبکہ اس کی تشریح میں مضبوط ترین موقف یہ ہے کہ: انسان شرعی طور پر جن دینی یا دنیاوی جگہوں میں خرچ کرنے کی اجازت ہے وہاں پر صحیح طریقے سے خرچ نہ کرے، تو اس سے منع کر دیا گیا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دولت کو لوگوں کے فائدے کے لیے بنایا ہے، تو جب دولت کو کہیں بھی صحیح طریقے پر خرچ نہ کیا جائے گا تو اس سے لوگوں کے مفادات کو نقصان پہنچے گا، اب وہ نقصان دولت ضائع کرنے والا کا بھی ہوسکتا ہے اور دوسروں کا بھی۔ لیکن اس بات سے یہ چیز مستثنیٰ ہوگی کہ: آخرت میں ثواب حاصل کرنے کی خاطر زیادہ سے زیادہ نیکی کی راہ میں خرچ کریں، تاہم اس میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ کسی اخروی اور اہم حق کی تلفی نہ ہو" ختم شد

چنانچہ مال کو جمع کرتے رہنا اسے کاروبار میں نہ لگانا بھی اسی میں شامل ہوگا، اگرچہ اس کو دولت کے ضیاع میں شامل نہیں کیا جاتا البتہ یہ دولت کو ناکارہ بنانے میں ضرور شامل ہوگا، مزید بر آں یہ بھی کہ دولت کو کاروبار میں لگانے سے جو فوائد صاحب دولت کو حاصل ہونے تھے یا دوسروں کو وہ بھی حاصل نہ ہو سکے، اس لیے سرمایہ کاری سے عمومی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور پیسے کو روک کر رکھنے سے معاشرہ ان فوائد سے محروم ہو جاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ سرمایہ فرض زکاۃ کی ادائیگی اور دیگر اخراجات کی بنا پر کم ہوتا جاتا ہے۔

اسی لیے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: (جو شخص بھی اپنے کسی یتیم کا سرپرست بنے اور یتیم کی ملکیت میں کچھ سرمایہ بھی ہو تو اس کے ساتھ تجارت کرے، اس سرمائے کو ایسے ہی نہ چھوڑے کہ زکاۃ لکھا جائے) اسے اثر کو دارقطنی: (109/2) اور بیہقی: (11301) نے روایت کیا ہے اور ابن العربی نے اسے "عارضۃ الآخوذي" (2/99) میں صحیح کہا ہے۔

اسی طرح امام بیہقی: (11303) حکم بن ابوالعاص سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: "تمہاری تجارت کرنے میں کوئی دلچسپی ہے؟ اس لیے کہ میرے پاس ایک یتیم کا مال ہے اور زکاۃ اس کو ختم کرتی جا رہی ہے" تو میں نے انہیں کہا: ہاں مجھے دلچسپی ہے، تو اس پر انہوں نے مجھے دس ہزار اشرفیاں دیں، اور میں انہیں لے کر چلا گیا اور اللہ نے جتنی توفیق دی میں ان کی تجارت کرتا رہا، پھر عرصہ بعد میں واپس پہنچا اور عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تو مجھ سے پوچھا: "پیسوں کا کیا بنا؟" تو میں نے کہا وہ تو ایک لاکھ اشرفیاں ہو گئیں ہیں۔

